احادیثِ نزولِ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام
اور منکرین حدیث کے اعتراضات کا علمی جائزہ (قسط:۵)

حافظ عبید اللہ

ایک اور مقام پر مزید لکھتے ہیں:

''بعض اہل جرح وتعدیل کی کسی راوی پر جرح کرنے کی وجہ سے آپ پر واجب ہے کہ آپ اس راوی پر جرح کا حکم لگانے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کریں بلکہ آپ پر لازم ہے کہ آپ اس معاملے میں تنقیح کریں کیونکہ یہ معاملہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ آپ کے لیے جائز نہیں کہ آپ ہر ہر جرح کرنے والے کی بات قبول کریں، خواہ وہ کسی بھی راوی کے بارے میں ہوا گرچہ وہ جرح کرنے والا ائمہ اورامت کے مشہور علماء میں سے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ بسا اوقات ایسے ہوا ہے کہ جرح قبول کرنے سے کوئی مانع پایا جاتا ہے، تب جرح کو رد کرنے کے بارے میں حکم دیا جاتا ہے اور اس کی بہت سی صورتیں ہیں جو کتبِ شریعت کے ماہرین پر مخفی نہیں''۔

(الرفع والتکمیل فی الجرحِ والتعدیل ،ص265-264)

امام محمد بن نصر مروزی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 294ھ) نے فرمایا:

''كُلُّ رَجُلٍ ثَبتَت عَدَالَتُه لَم يُقبَل فِيه تَجرِيحُ اَحدٍ حَتّٰى يُبَيِّنَ ذٰلِكَ عَلَيه بأمرٍ لَّا يُحتَمَلُ غيرُ جَرحِه''

ہر شخص جس کی عدالت ثابت ہوجائے تو اس کے بارے میں کسی کی جرح قبول نہیں ہوگی حتیٰ کہ اس کے بارے میں تجھے واضح ہوجائے کہ اس کے بارے میں جرح کے علاوہ کوئی اور احتمال نہیں۔

(تہذیب التہذیب، ج3 ص138، مؤسسۃ الرسالۃ)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 728ھ) نے فرمایا:

''اِذا كَانَ الجَارِحُ والمُعَدِّلُ مِنَ الائِمَّةِ لَم يُقبَل الجَرحُ اِلَّا مُفَسَّراً فَيَكُونُ التَّعدِيلُ مُقَدَّماً عَلَى الجَرحِ المُطلَق''۔

جب جرح کرنے والے اور تعدیل کرنے والے دونوں ائمہ میں سے ہوں تو پھر تعدیل مطلق جرح پر مقدّم ہوگی (یعنی صرف جرحِ مفسّر ہی قبول کی جائے گی)۔

(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ ، ج 24، صفحہ 351، طبع المدینۃ المنورۃ، السعودیۃ)

امام عبداللہ الزیلعی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 762ھ) نے فرمایا:

''وَمُجرَّدُ کَلامٍ فِي الرَّجُلِ لَا یُسقِطُ حَدِیثَه وَلَو اعتَبَرنا ذٰلِکَ لَذَھَبَ مُعظَمُ السُّنَّةِ اِذ لَم یَسلَم من النَّاسِ اِلَّا مَن عَصمَه الله تعالیٰ۔''

''کسی آدمی پر مجرد کلام اس کی حدیث کو ساقط نہیں کر دیتا۔ اگر ہم اس طرح کریں گے تو پھر سنت کا بہت سا حصہ جاتا رہے گا کیونکہ لوگوں کے کلام سے صرف وہی بچا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بچایا ہو۔''

(نصب الرایة لأحادیث الھدایة، ج1 ص341)

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 463ھ) فرماتے ہیں:

''صحیح بات یہ ہے کہ ایسے شخص کے بارے میں کسی کی بات قبول نہیں کی جائے گی جس کا عادل ہونا ثابت ہو، علم کا امام ہونا مشہور ہو، ایسے شخص کے بارے میں کسی شخص کا بلادلیل قبول نہیں کیا جائے گا۔''

(ملخصاً: جامع بیان العلم وفضله، ج2 ص1093، دار ابن الجوزی)

یہ ساری تفصیل اس لئے بیان کی گئی کہ بعض لوگ اپنا باطل نظریہ ثابت کرنے کے لئے اور صحیح احادیث کو ضعیف اور موضوع ثابت کرنے کے لئے اس کلیے کو استعمال کرتے ہیں کہ جرح تعدیل پر مقدم ہے اور پھر ایسے راوی کو جو مشہور امام اور محدث ہو، جس کی جلالت شان اور ثقہ ہونے پر علماء جرح وتعدیل کی اکثریت کا اتفاق ہو، جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایات کی کثیر تعداد نقل کی ہو اس کے بارے میں دور دراز سے کوئی ایسی جرح تلاش کر کے لاتے ہیں جو مبہم اور غیر مفسر ہوتی ہے اور ان جمہور ائمہ کے اقوال کا ذکر نہیں کرتے جنہوں نے اس شخصیت کی توثیق اور تعدیل کی ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ کسی بھی راوی کے تعارف میں صرف جرح کا ذکر کرنا اور توثیق ذکر نہ کرنا درست نہیں، امام شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 748ھ) نے ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے:

''وهٰذا مِن عُیُوبِ کِتَابِه، یَسردُ الجَرحَ، وَیَسکُتُ عن التَّوثِیق'' یہ ان کی کتاب (موضوعات ابن الجوزی) کے عیوب میں سے ہے کہ وہ راوی پر جرح کا تو ذکر کرتے ہیں لیکن توثیق پر خاموشی اختیار کرتے ہیں۔

(میزان الاعتدال، ج1 ص57-58، مؤسسۃ الرسالۃ)

منکرینِ حدیث عام طور پر اور جناب تمنا عمادی صاحب خاص طور پر اسی روش پر چلتے نظر آتے ہیں، بخاری و مسلم کے مشہور راویوں پر جن کی جلالت شان اور علومرتبت پر اتفاق پایا جاتا ہے کو ضعیف اور کذاب ثابت کرنے کے شوق میں تمام ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کو چھپاتے ہیں اور چند مبہم اور غیر مفسر تنقیدی کلمات کو جرح بنا کر پیش کرتے ہیں اور پھر ان رواۃ کی بیان کردہ روایات کے بارے میں سیدھا ''موضوع اور مکذوب'' ہونے کا فیصلہ صادر کر دیتے ہیں، جیسا کہ آپ کو تمنا عمادی صاحب کی کتاب میں جا بجا نظر آئے گا۔

جبکہ یہ بات بھی اپنی جگہ مسلّم ہے کہ جب تک کسی روایت کے تمام طرق اور تمام سندوں کا جائزہ نہ لے لیا جائے ،اس وقت تک کسی ایک سند یا کسی ایک راوی کی بناء پر حدیث کو ضعیف یا موضوع قرار دینا علم حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ چنانچہ امام ابن الصلاحؒ ایک جگہ یوں فرماتے ہیں کہ:

''حدیث کا ضعف دو قسم کا ہوتا ہے۔ایک ضعف وہ ہے جو سند کے بہت زیادہ طرق ہونے کی وجہ سے زائل ہو جاتا ہے اور یہ تب ہے کہ اس کا ضعف راوی کے سوء حفظ کی وجہ سے ہو جبکہ راوی اہل صدق و دیانت میں سے ہو، جب ہم اس سے مروی حدیث کو دیکھیں کہ اسے کسی اور نے بھی روایت کیا ہے تو ہم جان لیں گے کہ اس نے اسے حفظ کیا اور اس میں اس کے ضبط میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔اور اسی طرح جب ضعف ارسال کے باعث ہو تو یہ بھی زائل ہو جاتا ہے۔ جیسے وہ مرسَل جو کسی امام وحافظ کی ارسال کردہ ہو، اس میں بہت معمولی ضعف ہوتا ہے جو کسی دوسرے طریق سے زائل ہو جاتا ہے۔ اور ایک ضعف وہ ہے جو زائل نہیں ہوتا کیونکہ یہ ضعف بہت قوی ہوتا ہے جسے زائل کرنے والا کوئی سبب نہیں پایا جاتا۔اور یہ ضعف ہے جو راوی کے جھوٹ سے مطعون ہونے یا حدیث کے شاذ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے''۔

(ملخصاً:علوم الحدیث المعروف بمقدمة ابن الصلاح،ص34)

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ اثباتِ حدیث صرف سند پر موقوف نہیں اور سند میں صرف مطلق ضعف سے حدیث ضعیف یا موضوع نہیں بنتی۔

چند باتیں صحیح بخاری و صحیح مسلم کے بارے میں

امامین ہمامین بخاریؒ و مسلمؒ نے اپنی اپنی صحیح میں جن راویوں سے اصول میں احتجاج کیا ہے ان سب کے ثقہ، معتمد اور قابل قبول ہونے جمہور ائمہ کا اتفاق ہے، ہاں جو روایات انہوں نے بطور متابعات وشواہد ذکر کی ہیں ان کے راویوں میں کہیں کلام کی گنجائش مل سکتی ہے، چنانچہ امام ابن الصلاحؒ لکھتے ہیں:

''سب سے پہلے جس نے صرف صحیح احادیث پر مشتمل کتاب لکھی وہ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری ہیں، پھر ان کے بعد امام مسلم بن الحجاج نے صحیح لکھی......اور ان دونوں کی کتابیں (یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم) اللہ کی کتاب کے بعد صحیح ترین کتابیں ہیں......پھر ان دونوں کتابوں میں سے صحیح بخاری صحت میں برتر ہے''

(ملخصاً:علوم الحدیث (مقدمة ابن الصلاح)،ص17-18)

پھر آگے لکھتے ہیں:

فقد رُوینا عن البخاري أنه قال : ما أدخلتُ فی کتابي الجامع الّا ما صَحَّ وتر کتُ من الصِّحاح لحال الطول، ورُوینا عن مسلمٍ أنه قال: لیس کل شيء عندي صحیحٌ وضعته ههنا یعني في کتابه الصحیح'' ایسی بات نہیں ہے کہ ان دونوں (بخاری و مسلم) نے تمام صحیح احادیث اپنی صحیحین میں لکھ دی ہیں اور نہ ہی ان دونوں نے ایسا کوئی التزام کیا ہے، ہمیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ نے خود فرمایا

کہ ''میں نے اپنی کتاب میں صرف وہی چیز داخل کی ہے جو صحیح ہے، جبکہ میں نے بہت سی صحیح احادیث طوالت کے خوف سے ترک کر دی ہیں'' (یعنی اپنی کتاب میں نقل نہیں کیں)، اسی طرح ہمیں امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا ''ایسی بات نہیں ہے کہ میں نے ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہے اُسے اپنی کتاب میں رکھ دیا ہے۔'' (یعنی دونوں اماموں نے اپنی اپنی صحیح میں صرف صحیح روایات نقل کرنے کا تو التزام کیا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف وہی احادیث صحیح ہیں جو ان دونوں کتابوں میں ہیں اور ان کے علاوہ کوئی صحیح حدیث نہیں۔ ناقل)۔

(علوم الحديث (مقدمة ابن الصلاح)، صفحه 19)

صحیح بخاری کے بارے میں شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ورَوىٰ الاِسماعِيليُ عنه قال : لم أُخرِج في هذا الكتابِ اِلّا صَحِيحاً، وَما تَركتُ من الصحيحِ أكثر، قال الاِسماعيلي: لأنه لو أخرج كل صحيح عنده لَجَمعَ في الباب الواحدِ حديث جماعة من الصحابةِ ولذَكَرَ طريق كل واحدٍ منهم اذا صحت فيصير كتاباً كبيراً جداً'' اسماعیلی نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ امام نے فرمایا ''میں اِس کتاب (یعنی صحیح بخاری) میں وہی روایت ذکر کی ہے جو صحیح ہے، اور جو صحیح روایات میں نے ترک کر دی ہیں (یعنی اپنی کتاب میں ذکر نہیں کیں) وہ اس سے بھی زیادہ ہیں، اسماعیلی کہتے ہیں کہ اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وہ تمام روایات نقل کرتے جو اُن کے نزدیک صحیح ہیں تو آپ کو ہر ایک باب میں صحابہؓ کی ایک جماعت کی احادیث ان کی اسناد کے ساتھ ذکر کرنا پڑتیں اس طرح یہ ایک بہت بڑی کتاب بن جاتی۔

(هدي الساري مقدمة فتح الباري، صفحه 7، المكتبة السلفية)

آگے تحریر فرماتے ہیں:

''امام ابو جعفر محمود بن عمرو العقیلی کا بیان ہے کہ جب امام بخاری نے صحیح بخاری تالیف کی تو اسے امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امام علی بن المدینی وغیرہم پر پیش کیا، ان تمام لوگوں نے انہیں دادِ تحسین دی اور کتاب کے صحیح ہونے کی گواہی دی سوائے چار حدیثوں کے، عقیلی کہتے ہیں کہ ان چار حدیثوں میں بھی امام بخاری کی بات ہی درست ہے اور یہ صحیح ہیں۔''

(هدي الساري مقدمة فتح الباري، صفحه 7، المكتبة السلفية)

پھر فرماتے ہیں:

''تقرر أنه التزم فيه الصحة وأنه لا يورد فيه الا حديثاً صحيحاً''

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا ہے اور اس میں صرف صحیح حدیث ہی ذکر کرتے ہیں۔

(هدي الساري مقدمة فتح الباري، ج1 ص8)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

’’ہر انصاف پسند کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ ’’صحیح‘‘ کے مصنف کا کسی راوی سے حدیث نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ راوی اس کے نزدیک عادل، ضابط اور قابل اعتماد ہے، اور پھر جمہور ائمہ نے ان دونوں کتابوں کا نام صحیحین رکھا ہے، یہ گویا جمہور کی طرف سے ان دونوں کتابوں میں موجود ان تمام راویوں کی تعدیل کا اقرار ہے جن سے (بخاری ومسلم) نے اصول میں روایت لی ہے، البتہ وہ راوی جن کی روایات انہوں نے متابعات وشواہد اور تعلیقات میں ذکر کی ہیں ان میں مختلف درجات کے راوی پائے جاتے ہیں جن میں سے کچھ پر ضبط وغیرہ کے حوالے سے کلام کی گنجائش ہے لیکن اس کے باوجود ان کا صدق ثابت ہے۔ لہٰذا اگر صحیحین کے راویوں میں سے کسی پر کسی نے طعن یا جرح کی ہے تو وہ امام (بخاری ومسلم) کی تعدیل کے مقابلے پر ہے پس وہ جرح صرف اس صورت میں قابل قبول ہوگی جب مفسّر ہو اور اس کا ایسا واضح سبب بیان کیا جائے جو اس راوی کی عدالت اور ضبط کو واقعی داغدار کرے...... کیونکہ مختلف ائمہ کے نزدیک اسبابِ جرح میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے، ایک امام کے نزدیک ایک جرح راوی کو داغدار کرتی ہے تو دوسرے کے نزدیک نہیں کرتی، شیخ ابوالحسن مقدسیؒ اس شخص کے بارے میں جس کی روایت صحیح میں لائی گئی ہے کہا کرتے تھے کہ وہ پُل پر سے گذر گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بارے میں کسی قسم کی جرح قابل التفات نہیں۔‘‘

(خلاصہ: هدي الساري مقدمة فتح الباري، ص384)

شارح صحیح مسلم امام یحییٰ بن شرف النوویؒ (متوفی 676ھ) لکھتے ہیں:

’’اِتَّفَقَ العُلَمَاءُ عَلیٰ اَنَّ اَصَحَّ الکُتُبِ بعد القُرآنِ العَزِیزِ الصَّحِیحَانِ البخاري ومُسلِم وتَلَقَّتهُمَا الاُمَّةُ بِالقُبُولِ۔‘‘

تمام علماء (حدیث) اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم کے بعد صحیح ترین کتابیں امام بخاری ومسلم کی صحیحین ہیں اور ان دونوں کتابوں کو امت کی تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔

(المنهاج شرف صحیح مسلم بن الحجاج، ج1 ص14، طبع مصر)

پھر آگے امام نووی فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر ترجیح حاصل ہے، کیونکہ امام بخاری کی شرائط زیادہ سخت ہیں، اس کی ایک مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مُعَنعَن سند (یعنی وہ سند جس میں ایک ثقہ راوی دوسرے ثقہ راوی سے ’’عَن‘‘ کے ساتھ روایت بیان کرے) متصل سمجھی جائیگی اگر صرف یہ ثابت ہو جائے کہ روایت کرنے والا اور جس سے روایت کی جا رہی ہے دونوں ایک ہی زمانے میں ہوئے ہیں، اگرچہ ان دونوں کی ملاقات ثابت نہ ہو۔ جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ’’مُعَنعَن‘‘ سند میں دونوں کا صرف ایک زمانے میں ہونا کافی نہیں بلکہ ان دونوں کی ملاقات کا ثابت ہونا بھی ضروری ہے‘‘۔ (ملخصاً: المنهاج شرف صحیح مسلم بن الحجاج، ج1 ص14)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات سے ایک اور بات بھی واضح ہوگئی کہ صحیح بخاری کی وہ تمام احادیث جن سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اصول میں حجت پکڑی ہے اگر ان میں سے کسی حدیث کی سند میں ''عـن'' آیا ہے تو کسی قسم کی پریشانی کی ضرورت نہیں کیونکہ امام بخاری نے اس وقت تک وہ سند ذکر نہیں کی جب تک یقین نہیں کرلیا کہ ان دونوں راویوں کی ملاقات ثابت ہے۔

حافظ شمس الدین الذہبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 748ھ) لکھتے ہیں:

''شیخان (یعنی بخاری ومسلم) نے جن راویوں سے احادیث کی تخریج کی ہے ان کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم وہ جن سے انہوں نے اصول میں احتجاج کیا ہے، اور دوسری قسم ان راویوں کی جن کی روایات متابعات وشواہد کے طور پر لائے ہیں۔ اب وہ جن سے انہوں نے (اصول میں) حجت پکڑی ہے چند ایسے ہوں گے جن کی نہ ہی توثیق کی گئی ہے اور نہ ہی ان پر کوئی جرح کی گئی ہے تو ایسے راوی ثقہ ہیں ان کی حدیث مضبوط ہے۔ کچھ ایسے ہوں گے جن سے انہوں نے حجت پکڑی ہے لیکن اس راوی کے بارے میں کلام کیا گیا ہے (یعنی اس پر جرح کی گئی ہے۔ ناقل) تو یا ایسا ہوگا کہ اس پر جرح تعصب کی بناء پر کی گئی ہوگی جبکہ جمہور کے نزدیک وہ راوی ثقہ ہے تو ایسے راوی کی حدیث بھی قوی اور مضبوط ہے۔ اور یا اس راوی کے حفظ وتلیین سے متعلق جو کلام کیا گیا ہے وہ واقعی معتبر ہوگا تو اس صورت میں بھی اس راوی کی حدیث حسن کے درجے سے نیچے نہیں ہوگی جو کہ صحیح کا سب سے نچلا درجہ ہے۔ پس اللہ کا شکر ہے کہ صحیحین (یعنی صحیح بخاری وصحیح مسلم) میں ایسا کوئی راوی نہیں جس سے امام بخاریؒ وامام مسلمؒ نے اصول میں حجت پکڑی ہے اور اس کی روایات ضعیف ہوں بلکہ (تمام) یا تو حسن ہیں یا صحیح ہیں۔''

(ملخصاً: الموقظة فی علم مصطلح الحدیث، ص 79 - 80، دار البشائر . بیروت)

حافظ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 902ھ) نے امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد اسفرائنی (متوفی 418ھ) کا قول نقل کیا ہے، آپ نے فرمایا:

''اَهلُ الصنعةِ مُجمَعُون علیٰ اَنَّ الاَخبَارَ الَّتِی اِشتَمَلَ عَلَیهَا الصَّحِیحَان مَقطُوعٌ بِصِحَّة اُصُولِها ومُتُونِها وَلَا یَحصلُ الخِلَافُ فِیها بِحَالٍ وَاِن حَصَلَ فَذٰلِکَ خِلَافٌ فِی طُرُقِها ورُوَاتِها۔''

فنِ حدیث کے ماہرین کا اس پر اجماع ہے کہ صحیحین کے تمام اصول ومتون قطعاً صحیح ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، اگر کچھ اختلاف ہے تو وہ احادیث کی سندوں اور راویوں کے اعتبار سے ہے۔

(فتح المغیث بشرح الفیة الحدیث، ج1 ص93، دارالمنہاج۔ الریاض)

یہی بات شارح صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی النکت علی کتاب ابن الصلاح، ج1 ص 377 میں نقل کی ہے۔

مسند الہند شاہ ولی اللہ دہلویؒ (متوفی 1176ھ) لکھتے ہیں:

''أمَّـا الصَّحِيحَان فَقَد اتَّفَقَ المُحَدِّثُونَ عَليٰ اَنَّ جَمِيعَ مَا فِيها مِنَ المُتَّصِلِ المَرفُوعِ صَحِيحٌ بـالـقَـطـعِ، وانَّـهُـمَـا مُتَـوَاتِـرَانِ اِلىٰ مُصَنِّفِيهما، وانَّ كُلَّ مَن يُهَوِّنُ امرَهُمَا فَهُوَ مُبتَدِعٌ مُتَّبِعٌ غَيرَ سَبِيلِ المُؤمِنِين.''

صحیح بخاری وصحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔

(حجة الله البالغة، ج 1 ص 232 ، دار الجيل بيروت)

مسند احمد وسننِ ترمذی کے محقق علامہ احمد محمد شاکرؒ (متوفی 1377ھ) لکھتے ہیں:

''محققین علماء حدیث کے نزدیک یہ بات بلاشبہ حق ہے کہ صحیحین (یعنی صحیح بخاری وصحیح مسلم) کی تمام احادیث صحیح ہیں، نہ ان کی کسی حدیث میں کوئی طعن ہے اور نہ ہی کوئی ضعف ہے، اور جو امام دارقطنی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ نے کچھ احادیث پر تنقید کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چند احادیث صحت کے اُس اعلیٰ مرتبہ کو نہیں پہنچتیں جس کا التزام دونوں اماموں نے اپنی کتابوں میں کیا ہے، ورنہ ان احادیث کے فی نفسہ صحیح ہونے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں''۔

(ملخصاً: الباعث الحثيث شرح اختصار علوم الحديث، حاشيه، ص33، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

علامہ محمد انور شاہ کاشمیریؒ (متوفی 1352ھ) امام دارقطنیؒ کی طرف سے صحیح بخاری کی بعض روایات کی سندوں پر تنقید کے باری میں فرماتے ہیں:

''ثُمَّ ان الـدار قـطنی تتبّع علی البخاریِّ فی أزيد من مائة موضع، ولم يستطع أن يتكلم اِلّا فی الاسانيد بالوصل والارسال غير موضع واحد ......(الی ان قال)...... وَوَجهُه أنَّ الدّارقطنی يمشی علی القَوَاعِدِ المُمَهَّدَةِ عِندَهُم، فَيُنَازِعُه مِن القَوَاعِدِ، وَشَأنُ البخاریِّ أرفَعُ مِن ذٰلِکَ فَاِنَّه يَمشِی عَلیٰ اجتِهَادِه......۔''

امام دارقطنی نے امام بخاری پر سو سے زائد مقامات پر تتبع کیا ہے (یعنی تنقید کی ہے) لیکن سوائے ایک مقام کے باقی ہر جگہ صرف سندوں کے وصل وارسال پر ہی کلام کر سکے ہیں (حدیث کے متن یا مضمون پر کوئی اعتراض نہیں کر سکے)......(آگے فرماتے ہیں)......امام دارقطنی قواعد مصطلحہ پر چلتے ہیں اور انہی قواعد کی بنا پر اختلاف کرتے ہیں، مگر امام بخاری کا مقام اس سے کہیں بلند ہے وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرتے ہیں (یعنی امام بخاری تو بجائے خود امام ومجتہد ہیں وہ جو بات کہیں وہ بذات خود ایک قانون اور اتھارٹی کی حیثیت رکھتی ہے، اس لئے امام دارقطنی وغیرہ نے جو صحیح بخاری کی احادیث کو قواعد کی بنیاد پر تولنا چاہا ہے وہ محل نظر ہے۔ ناقل)۔

(فيض البارى على صحيح البخارى، ج1 ص52، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

بعض لوگوں نے کتب اسماء الرجال (**تھذیب التھذیب، میزان الاعتدال، تقریب التھذیب، الجرح والتعدیل، وغیرھا من الکتب**) میں سے صحیحین کے بعض راویوں پر بعض جرحیں نقل کر کے ان کی روایات رد کرنے کی کوشش کی ہے، انہی میں سے ایک جناب تمنا عمادی صاحب بھی ہیں، یاد رکھیں! صحیحین کی اصولی روایتوں پر اسماء الرجال کی کتابوں میں یہ جرحیں دیکھ کر شبہ میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تمام جرحیں یا تو اصل جارحین سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہی نہیں لہٰذا بے سند ہونے کی وجہ سے نا قابل التفات ہیں، یا اگر اصل جارحین سے ثابت بھی ہیں تو جیسا کہ بیان ہوا، جمہور کی توثیق یا تعدیلِ صریح کے مقابلے میں جرح غیر صریح و غیر مفسر مردود ہوتی ہے، انہی کتابوں میں اسی جگہ اسی راوی کے بارے میں جمہور ائمہ کے توثیقی اقوال بھی موجود ہیں جو یہ حضرات جان بوجھ کر ذکر نہیں کرتے اور اس طرح علمی خیانت کے مرتکب ہوتے ہیں، لہٰذا جناب تمنا عمادی و دیگر ہمنواؤں کی صحیحین کے بنیادی اور اصولی راویوں پر جرحیں جمہور اور اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہیں۔

بعض لوگ تدلیس یا اختلاط کی وجہ سے بھی جرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی اصول حدیث کی کتابوں میں ہی لکھا ہے کہ ثقہ مدلّس راوی کی روایت تصریح سماع یا معتبر متابعت و صحیح شاہد کے بعد صحیح و حجت ہوتی ہے اور مختلط کی اختلاط سے پہلے والی روایت بھی بالکل صحیح ہوتی ہے، لہٰذا اصولِ حدیث و روایت میں سے ایک بات لے لینا اور دوسری بات کو چھوڑ دینا درست نہیں۔

اب آیئے نظر ڈالتے ہیں ان احادیث پر جن کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی خبر دی ہے، تمام احادیث کا احاطہ کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب درکار ہے لہٰذا سرِ دست ہم مختلف صحابہ کرامؓ سے مختلف سندوں کے ساتھ مروی منتخب احادیث کا ایک مجموعہ آپ کے سامنے پیش کریں گے، اور ان احادیث پر منکرینِ حدیث نے عام طور پر اور جناب تمنا عمادی صاحب نے خاص طور پر اصولِ حدیث کی رُو سے جو اعتراضات اٹھائے ہیں ان کا جائزہ اصولِ حدیث ہی کی رُو سے لیں گے (عمادی صاحب کے اپنے بنائے ہوئے خیالی مفروضوں کا جواب دینے کی ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے) اگر کسی کو احادیثِ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے مفصل مطالعہ کا شوق ہو تو علامہ انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب ''**التصریح بما تواتر فی نزول المسیح**'' کا مطالعہ کرلے جس میں تقریباً تمام احادیث جمع کردی گئی ہیں۔ یا اگر امام شوکانی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب ''**التوضیح فی تواتر ماجاء فی المنتظر والدجّال والمسیح**'' مِل جائے تو اس کا مطالعہ کرلیا جائے۔

(جاری ہے)